التحریر فی شرح جامع الکبیر

عبدالقدوس ہاشمی

کتب خانہ ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، صیغۂ مصورات (میکروفلم) میں ۱۳۰، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۵۳ اور ۲۲۸ پر چھ جلدیں فقہ حنفی کی ایک وسیع اور قابلِ مطالعہ کتاب کی ہیں۔ اس عظیم الشان کتاب کا نام التحریر فی شرح الجامع الکبیر ہے۔ اس مضمون میں اس کتاب کا اور اس کے مصنف امام جمال الدین محمود الحصیری المتوفی ۶۳۶ھ کا ذکر مقصود ہے۔

باوجود تلاش مجھے اس کتاب کے طبع ہونے کی کوئی شہادت نہیں مل سکی۔ علامہ خیر الدین الزرکلی نے اپنی کتاب الاعلام ج ۸ ص ۳۶ میں امام حصیری کا ایک مختصر سا تذکرہ لکھا ہے۔ اس میں بھی کتاب التحریر کے متعلق یہی درج کیا ہے کہ اب تک یہ کتاب طبع نہیں ہو سکی ہے۔ یہ کتاب سادہ عربی نثر میں امام محمد الشیبانی کی مشہور و معروف کتاب الجامع الکبیر کی ایک مہتم بالشان شرح ہے اس کے مصنف اپنے زمانہ کے امام الفقہ ہونے کے ساتھ ساتھ علم وافر اور عمل صالح کے بہترین نمونہ تھے لیکن اس کے باوجود ابھی تک یہ طبع نہیں ہوئی ہے بلکہ اس کے قلمی نسخے بھی کمیاب ہیں، دنیا کے بڑے بڑے قلمی ذخائر میں بھی اس کا کوئی مکمل نسخہ نہیں ملتا ہے۔ البتہ کہیں کہیں قدیم کتب خانوں میں اس کے متفرق اجزاء پائے جاتے ہیں اور اُن سے ایک مکمل نسخہ بن جاتا ہے۔ اس طرح یہ کتاب حقیقی معنوں میں ایک نادر کتاب ہے۔

مصنف | اس کتاب کے مصنف کا پورا نام یہ ہے:-

الامام جمال الدین ابو المحامد محمود بن احمد بن عبد السید بن عثمان بن نصر بن عبد الملک الحصیری البخاری۔

شہر بخارا کے ایک محلہ الحصیر میں بماہ جمادی الاولیٰ ۵۴۶ھ ہجری پیدا ہوئے اور تقریباً ۹۰ سال کی عمر میں یوم یکشنبہ ۸ صفر ۶۳۶ ہجری وفات پائی، المنیع کے قریب الجادہ پر مقابر صوفیہ میں مزار مقدس ہے۔

امام حصیری کے نامور شاگرد سبط ابن الجوزی المتوفی ۶۵۶ ہجری نے اپنی کتاب مرآۃ الزمان فی تاریخ

الاعیان میں بہ سلسلۂ حوادث ۶۳۶ ہجری لکھا ہے:

وکانت وفاتہ یوم الاحد ثامن صفر، ودفن بمقابر الصوفیہ عند المنیع علی الجادۃ

وفات کی یہی تاریخ دوسرے تمام تذکرہ نگاروں نے بھی لکھی ہے۔ صرف مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی کی کتاب الفوائد البہیہ فی طبقات الحنفیہ میں ۶۳۷ ہجری درج ہے جو غالباً تصحیف ہے، اس لئے کہ مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی نے بھی تاریخ ۸ صفر اور دن یکشنبہ ہی لکھا ہے۔ از روئے حساب ۶۳۷ھ میں ۸ صفر کو باختلاف رویت ہلال پنجشنبہ یا جمعہ ۸ یا ۹ ستمبر ۱۲۳۹ شمسی پڑتا ہے یکشنبہ نہیں ہوتا۔ البتہ ۶۳۶ھ میں ۸ صفر کو باختلاف رویت ہلال یکشنبہ یا دوشنبہ ۱۹ یا ۲۰ ستمبر ۱۲۳۸ شمسی ہو سکتا ہے۔ یکشنبہ ۸ صفر پر سب تذکرہ نگار متفق ہیں اور از روئے حساب یہی صحیح ہے تو یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ غالباً کتابت کی غلطی ہی سے ۶۳۷ ہجری لکھا گیا ہے۔

الحصیری | عربی میں چٹائی کو الحصیر کہتے ہیں، اس زمانہ میں شہر بخارا کے بعض محلے پیشہ وروں کے نام سے موسوم تھے بالکل اسی طرح جیسے ہمارے ہاں قصاب ٹولہ، موچی دروازہ، رسی بٹاں اور بلی ماراں وغیرہ ہُوا کرتے ہیں۔ شہر بخارا کے اس محلہ میں چٹائی بننے والے رہا کرتے تھے، اس لئے یہ محلہ الحصیر کے نام سے موسوم تھا۔ امام حصیری کے والد تجارت کرتے تھے اور احمد التاجر کہلاتے تھے، ان کا گھر محلہ الحصیر میں تھا، اس وجہ سے امام حصیری بھی الحصیری کہلانے لگے۔

امام حصیری نے اس وقت کے تمام علوم وفنون کی تعلیم اپنے شہر بخارا ہی میں مختلف اساتذہ سے حاصل کی اور نوجوانی ہی میں رتبۂ کمال اور درجۂ امتیاز پر فائز ہو گئے۔

اساتذہ ومعاصرین | چھٹی صدی ہجری میں علاقہ ماوراء النہر اور خصوصاً بخارا وسمرقند علوم وفنون کے مراکز تھے۔ بڑے بڑے اساتذہ، محدثین، فقہاء، مفسرین، فلسفی اور صوفیائے کرام یہاں موجود تھے خصوصاً حنفی فقہا تو اس صدی میں وہاں اتنے پیدا ہوئے کہ کسی دوسری جگہ اتنے مسند نشینانِ فقہ وقانون کا اجتماع نظر نہیں آتا۔ ذرا ان چند بزرگوں کے اسمائے گرامی دیکھئے جس زمانہ میں امام حصیری نے تعلیم وتربیت حاصل کی تھی، یہ سب بزرگ ان کے شہر بخارا ہی میں زینت افزائے مسانیدِ درس وارشاد تھے، کچھ تو وہیں کے تھے اور کچھ دوسرے مقامات سے وہاں آکر افادہ واستفادہ کے لئے طویل مدت تک مقیم رہے تھے۔

۱ - رکن الاسلام محمد بن ابی بکر امام زادہ جوغی المتوفی ۵۷۳ھ مفتی بخارا۔

۲ - نور الدین احمد بن محمد الصابونی المتوفی ۵۸۰ھ۔

۳- شمس الائمۃ الثانی عماد الدین عمر الزرنجری المتوفی ۵۸۴ھ۔

۴- زاہد الدین ابو نصر احمد بن محمد بن عمر العتابی البخاری المتوفی ۵۸۶ھ شارح الجامعین۔

۵- علاء الدین ابو بکر بن محمود الکاسانی المتوفی ۵۸۷ھ مصنف البدائع۔

۶- قوام الدین حماد بن ابراہیم البخاری المتوفی ۵۹۱ھ تقریباً۔

۷- فخر الدین ابو المفاخر حسن بن منصور قاضی خان الاوزجندی المتوفی ۵۹۲ھ، مصنف فتاویٰ قاضی خان۔

۸- برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ مصنف الہدایہ، والکفایہ، والمنتقیٰ۔

۹- بدر الدین عمر بن عبد الکریم درسکی البخاری المتوفی ۵۹۴ھ شارح الجامع الصغیر۔

۱۰- شرف الدین ابو حفص عمر بن محمد العقیلی المتوفی ۵۹۶ھ

۱۱- قوام الدین احمد بن عبد الرشید البخاری المتوفی ۵۹۹ھ

۱۲- رضی الدین محمد بن محمد السرخسی المتوفی ۶۰۳ھ، مصنف المحیطین۔

۱۳- عماد الدین محمود البخاری المتوفی ۶۰۷ھ، مصنف خلاصۃ الحقائق۔

۱۴- برہان الشریعۃ محمود بن تاج الشریعۃ احمد المتوفی ۶۱۶ھ، مصنف الذخیرہ والمحیط البرہانی۔

۱۵- ظہیر الدین محمد بن احمد المحتسب البخاری المتوفی ۶۱۹ھ مصنف الفتاویٰ الظہیریہ۔

۱۶- الفقیہ بدیع بن منصور القزوینی المتوفی ۶۲۰ھ مصنف منیۃ الفقہا۔

۱۷- ابو الفتوح محمد بن محمد المطہر السمرقندی المتوفی ۶۲۱ھ مصنف الفتاویٰ السمرقندیۃ (المطہریۃ)

۱۸- حسام الدین محمد بن عثمان العلیاباذی المتوفی ۶۲۸ھ

۱۹- الفقیہ محمد بن محمود الاستروشنی المتوفی ۶۳۲ھ مصنف الفصول الثلثون۔

۲۰- الصدر الشہید عمر بن عبد العزیز ابن مازہ البخاری المتوفی ۶۳۶ھ مصنف ذخیرۃ الفتاویٰ۔

یہ اور ان کے علاوہ سینکڑوں ہی علماء اور ہر فن و ہر علم کے ماہرین اس زمانہ میں بخارا، سمرقند، کاشغر، تاشقند، عشق آباد، بلکہ چھوٹے چھوٹے قریوں اور دیہاتوں مثلاً اخرتنگ، قریہ خواجہ، البیتہ نگ، ترمذ وغیرہ میں موجود تھے اور درس تدریس کے ساتھ ساتھ ارشاد و تبلیغ کی خدمات بھی انجام دے رہے تھے اور ان بزرگوں کی وجہ سے علاقہ ماوراء النہر مرکز علوم و مرجع طالبانِ فن بنا ہوا تھا۔

امام حصیری نے ان ہی اساتذہ سے تعلیم حاصل کی خصوصیت کے ساتھ فقیہ قاضی خان اوزجندی سے بہت زیادہ

استفادہ کیا۔ اسی لئے تذکرہ نگاروں نے ان کو قاضی خان کا شاگردِ خاص لکھا ہے۔ اگرچہ بخارا ہی میں ان کی ذہانت، تفقہ اور وسعتِ مطالعہ کی شہرت ہو چکی تھی لیکن اس کے باوجود امام حصیری نے اپنے شہر و دیار سے باہر نکل کر دوسرے مقامات پر جو اساتذہ موجود تھے، اِن سے استفادہ کرنے میں بھی کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ نیشاپور اور طوس میں منصور الفراوی اور المؤید الطوسی جیسے علمائے حدیث سے علمِ حدیث حاصل کیا، حلب اور شام میں الشیخ ابو ہاشم الحلبی اور ان کے معاصرین سے فنِ تفسیر کا درس لیا۔ حجاز مقدس میں حاضر ہوئے اور وہاں کے اساتذہ سے کسبِ علوم کیا۔

حروب صلیبیہ کے مشہور مجاہد الملک نور الدین المتوفی ۵۶۹ھ نے دمشق میں ایک عظیم الشان دار العلوم قائم کیا تھا، اس کو نور الدین کے قائم کردہ دوسرے مدارس کی طرح المدرسۃ النوریۃ کہتے تھے۔ دمشق کے اس مدرسہ کی شہرت نیشاپور اور بغداد کے مدارسِ نظامیہ کی طرح تھی۔ اور کسی عالم کے لئے یہ اعلیٰ ترین علمی اعزاز تھا کہ اُسے مدرسہ نوریہ میں درس دینے کی عزت حاصل ہو، امام حصیری اس مدرسہ میں تدریس و افتاء کی خدمت پر مسلسل چھبیس سال تک فائز رہے۔ اور یہیں دمشق میں ان کا انتقال ہُوا۔

مدرسہ نوریہ میں ملازمت سے پہلے امام حصیری غالباً کتابت کر کے گزر بسر کرتے تھے، جن لوگوں نے ان کا تذکرہ لکھا ہے ان کے علم وسیع اور عمل صالح کے ساتھ ان کے اس کمال کا بھی ذکر کیا ہے کہ وہ اچھے خوشنویس تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اسے رزقِ حلال کے حصول کا ذریعہ بنا لیا تھا اور اپنے اس رزق میں سے حاجت مندوں کا حق بھی ادا کرتے تھے، اسی لئے ہر تذکرہ نگار نے ان کو کثیر الصدقہ لکھا ہے۔

وہ اپنے عہد میں ایک عالم باعمل، ایک صاحب دل بزرگ، ذہین و عقل مند، پاک طینت، رقیق القلب اور ایک نکتہ رس آدمی سمجھے جاتے تھے، فقہ میں اُن کا یہ مرتبہ تھا کہ دمشق میں انھیں رئیس الفقہاء کا مقام حاصل تھا، علامہ سبط بن الجوزی نے اُن کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

انتھت الیه رئاسة اصحاب ابی حنیفة ...... اور

کان کثیر الصدقة، غزیر الدمعة، عاقلاً نزھا، عفیفاً۔

ابن العماد الحنبلی نے ان کو شیخ الحنفیۃ لکھا ہے اور یہ لکھا ہے کہ کان من العلماء العاملین و کثیر الصدقة غزیر الدمعة۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے ان کو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا فقیہ لکھا ہے اور کان اماماً فاضلا اور بلغ رتبة الکمال کے الفاظ سے ان کی تعریف کی ہے۔

امام حصیری کا احترام اُن کے علم و عملِ صالح کی وجہ سے فقیر سے بادشاہ تک سب ہی کرتے تھے۔ انھوں نے

کبھی کوئی سرکاری ملازمت مدرسۂ نوریہ کی ملازمت کے سوا نہیں کی، اور یہ مدرسہ بھی اوقاف کے ماتحت تھا، براہِ راست شاہی ملازمت نہیں تھی، سبط ابن الجوزی نے لکھا ہے:

وکان المعظم یحترمه ویکرمه وکذلك ولده الملك الناصر۔

تلامذہ | جس شخص نے اپنے عہد کے سب سے زیادہ مشہور مدرسہ میں پچیس سال تک مسلسل درس و تدریس کی خدمت انجام دی ہو اس کے شاگردوں کی فہرست کون پیش کر سکتا ہے، ۶۰۲ ہجری سے ۶۳۶ ہجری تک اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے علماء، امراء اور مدرسین میں سے بہت بڑی تعداد نے امام حصیری سے کسبِ فیض کیا ہے، ساتویں صدی کے علماء کا تذکرہ تاریخ، تراجم و طبقات کی کتابوں میں دیکھئے تو بہت سے بزرگوں کے احوال میں یہ ذکر ملتا ہے کہ انھوں نے امام حصیری سے تعلیم حاصل کی تھی، مثلاً

۱۔ العلامة الفقیه محمود بن عابد التیمی الصرخدی۔ المتوفی ۶۸۲ھ۔

۲۔ قاضی القضاة صدر الدین سلیمان بن وهب الاذرعی الدمشقی المتوفی ۶۷۷ھ۔

۳۔ الشیخ العلامة شمس الدین یوسف بن قزاوغلی سبط ابن الجوزی المتوفی ۶۵۴ھ۔

۴۔ الملك المعظم شرف الدین عیسٰی بن ایوب المتوفی ۶۲۴ھ۔

۵۔ الملك الناصر داؤد بن عیسٰی المتوفی ۶۵۶ھ۔

تصانیف | امام حصیری کی حسبِ ذیل تصنیفات کا ذکر مختلف تذکرہ نگاروں نے کیا ہے۔

۱۔ التحریر فی شرح الجامع الکبیر (مطول)
۲۔ شرح الجامع الکبیر (مختصر)
۳۔ شرح السیر الکبیر
۴۔ خیر المطلوب فی العلم المرغوب۔
۵۔ الطریقة الحصیریة
۶۔ مناسك الحج
۷۔ شرح الجامع الصغیر (الوجیز)

ممکن ہے کہ ان کتابوں کے علاوہ کچھ اور بھی کتابیں امام حصیری کی ہوں کیونکہ تذکرہ نگار حضرات ان کی تصنیفات کے نام لکھنے کے بعد وغیر ذلك لکھتے ہیں۔ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید ان کے علم میں مصنف کی اور بھی کچھ تصنیفات تھیں جن کے نام انھوں نے عمداً چھوڑ دیئے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شرح الجامع الکبیر | امام حصیری کی جس کتاب کا ذکر اس وقت مقصود ہے وہ ان کی بڑی شرح ہے، التحریر فی شرح الجامع الکبیر، حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ (۸۰-۱۵۰ھ) کے شاگرد امام محمد بن حسن شیبانی

(۱۳۱ - ۱۸۹ھ) نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں اِن میں اُن کی دو کتابیں الجامع الصغیر اور الجامع الکبیر بھی ہیں، امام محمد شیبانی امام ابوحنیفہ کے شاگرد بھی تھے اور اُن کے شاگرد امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم الکرخی المتوفی ۱۸۲ھ کے بھی شاگرد تھے۔ الجامع الصغیر میں امام محمد شیبانی اپنے اُستاذ امام ابوحنیفہؒ کی رائے کو تمام تر امام ابویوسف ہی کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ جب امام اعظم ابوحنیفہؒ کی وفات ہوئی تھی تو امام محمد شیبانی صرف ۱۹ سال کے تھے۔ انھوں نے اس کے بعد امام مالک اور امام ابویوسف سے بہت زیادہ استفادہ کیا تھا۔ اور الجامع الصغیر تو امام ابویوسف کی فرمائش ہی پر تالیف کی ہے البتہ الجامع الکبیر میں وہ امام ابویوسف سے مسموعہ روایات سے زائد بھی بہت کچھ لکھتے ہیں۔

امام محمد شیبانی کی کتاب الجامع الکبیر فقہ حنفی کی اُن چھ کتابوں میں سے ایک ہے جنہیں بنیادی اور اساسی کتابوں کا مرتبہ حاصل ہے، اور جو شخص بامعان نظر الجامع الکبیر کا مطالعہ کرے گا وہ یہ تسلیم کرلے گا کہ اس کتاب کو یہ مرتبہ حاصل ہونا ہی چاہیئے تھا، حاجی خلیفہ چلپی نے کشف الظنون میں جس جگہ الجامع الکبیر کا ذکر کیا ہے وہاں اہلِ نظر حضرات کا یہ فیصلہ بھی نقل کیا ہے کہ:-

قد اشتمل علی عیون الروایات ومتون الدرایات بحیث کاد ان یکون معجزاً ولتمام لطائف الفقہ منجزاً (ص ۱۶۷)

الجامع الکبیر فقہ اسلامی کے ہر چہار اجزاء یعنی عبادات، مناکحات، معاملات اور متفرقات پر حاوی ہے اور ہمیشہ ہی مقبول و متداول رہی ہے، تقریباً ہر اسلامی مدرسہ میں اس کا درس دیا جاتا تھا اور عدالتوں میں قوانین مروجہ کے طور پر مفتی بہ اور معمول علیہ تھی۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہُوا کہ ہر دور میں اس کی شرحیں لکھی گئیں۔ مدرسین نے اپنے تلامذہ کو سمجھانے کے لئے اس کی شرحیں لکھیں تو مفتیوں اور عدالتی عہدہ داروں نے تشریح و تطبیق قانونی کے لئے اس کی شرحیں تیار کیں۔ حاجی خلیفہ چلپی نے کشف الظنون میں اور اسمٰعیل پاشا البغدادی نے ایضاح المکنون میں الجامع الکبیر کی (۴۷) شرحوں کا ذکر کیا ہے، اور یہ تعداد تو صرف ان شروح کی ہے جن کا علم انھیں ہو سکا تھا، اور کتنی شرحیں ذکر میں نہ آسکیں، یہ تو خدا ہی جانتا ہے۔ واضح رہے کہ حاجی خلیفہ کو علمائے ماوراء النہر کی بہت کم تصانیف کا علم ہو سکا ہے۔

بہر حال، حاجی خلیفہ چلپی نے الجامع الکبیر کی شرحوں کا ذکر کرتے ہوئے امام حصیری کی دونوں شرحوں (مختصر و مطول) کا ذکر اس طرح کیا ہے :-

وشرحان للسید الامام جمال الدین محمود البخاری المعروف بالحصیری المتوفی ۶۳۶ھ، احدہما مختصرہ الذی زاد فیہ علی ما فی الجامع زہاء الف وستمائیۃ وثلاثین من المسائل وکثیراً من القواعد الحسابیہ وہو فی مجلدین اولہ :- الحمد للہ شارع الاحکام الخ، بالغ فی الایضاح بالنظائر والشواہد وایراد الفروق وتصحیح الحسابات باوجز العبارات تسہیلا للحفظ، وثانیہما المطول الذی یبلغ فی الجمع والتحقیق الغایۃ وہو المسمی بالتحریر فی شرح الجامع الکبیر وہو فی ثمانی مجلدات، الفہ حین قراء علیہ الملک المعظم عیسیٰ بن ابی بکر الایوبی صاحب الشام المتوفی ۶۲۴ھ، وللملک المعظم المذکور شرح الجامع الکبیر ایضاً - (۵۶۸)

اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ امام حصیری نے الجامع الکبیر کی دو شرحیں لکھی تھیں، ایک مختصر جو دو جلدوں میں ہے، اس میں نہایت تفصیل کے ساتھ ایک ایک فقہی حکم اور قانونی نکتہ کی نظائر و شواہد کے ذریعہ توضیح کی گئی ہے تطبیق احکام میں فروق کی بہت سی نظیریں پیش کی گئی ہیں اور بہت سے حسابی قواعد بھی اس میں بتائے گئے ہیں۔ اس شرح میں اصل کتاب الجامع الکبیر سے تقریباً (۱۶۳۰) مسائل زیادہ مندرج ہیں۔

دوسری شرح وہ مطول شرح ہے جس کا نام التحریر فی شرح الجامع الکبیر ہے۔ یہ آٹھ جلدوں میں ہے یعنی مختصر شرح سے چارگونہ ضخیم ہے، اس میں توجمع و تحقیق کی انتہا کر دی گئی ہے۔ امام حصیری نے یہ شرح اس زمانہ میں لکھی ہے جس زمانہ میں والیٔ شام الملک المعظم عیسیٰ اُن سے الجامع الکبیر پڑھ رہے تھے۔ ایک شرح خود الملک المعظم نے بھی لکھی ہے جو اس کے علاوہ ایک دوسری کتاب ہے۔

اگرچہ حاجی خلیفہ کی عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ التحریر آٹھ جلدوں میں ہے، لیکن یہ شاید اس لئے ہے کہ کسی کاتب نے جلد اوّل کے دو حصوں کو الگ لکھا ہوگا ورنہ حقیقتہً یہ شرح سات جلدوں میں ہے، خود مصنف کے قلمی نسخہ میں ساتویں جلد کے آخر میں اُنھوں نے لکھا ہے، آخر الجزء السابع وہو آخر الکتاب۔

اگر کوئی مصنف ایک ہی موضوع پر دو کتابیں تصنیف کرتا ہے تو عام طور پر اُس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بڑی کتاب پہلے لکھی جاتی ہے اور اس کے بعد جب اس کی وسعت اور تفصیلات کی وجہ سے لوگ اس سے پوری طرح استفادہ نہیں کر سکتے اور نہ آسانی کے ساتھ اس کی نقلیں دستیاب ہوتی ہیں تو خود مصنف اس کی ایک تلخیص تیار کر دیتا ہے تاکہ لوگ بہ آسانی اس سے استفادہ کر سکیں اور بہ سہولت اس کی نقلیں حاصل کر سکیں، اس طرح دوسری مختصر کتاب وجود میں آجاتی ہے۔ حجۃ الاسلام امام محمد الغزالی المتوفی ۵۰۵ھ کی کتاب احیاء علوم الدین اور

اس کی تلخیص المرشد الامین یا علامہ سعد الدین التفتازانی المتوفی ۷۹۲ھ کی شرح مطول اور مختصر المعانی کے ساتھ یہی صورت پیش آئی ہے، لیکن امام محمد الشیبانی کی دونوں کتابیں الجامع الکبیر اور الجامع الصغیر کے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے اپنے استاذ امام ابویوسفؒ کی فرمائش پر پہلے الجامع الصغیر لکھی پھر مزید تفصیلات و تفریعات کا اضافہ کرکے الجامع الکبیر تالیف کی۔

امام حصیری کی دونوں شرحوں کی تالیف میں بھی یہی صورت پیش آئی، امام حصیری نے بھی، جو مدرسہ نوریہ میں پچیس سال تک فقہ حنفی کا درس دیتے رہے تھے، ابتداءً طلبہ کو مسائل کی تفہیم کے لئے الجامع الکبیر کی ایک مختصر شرح دو جلدوں میں لکھی۔ پھر جب الملک المعظم کو فقہ پڑھانے لگے تو اپنی مختصر شرح پر اضافے کرکے یہ شرح التحریر سات جلدوں میں تالیف کی۔ اُنھوں نے التحریر کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ:

قد کنت شرحت ھذا الکتاب من غیر اطناب ولا اسھاب فسألنی من وجبت اجابته ان اکتب شرحاً ثانیاً محرزاً للمعانی منا ما الیه فی الکتب من اجناسه فاجبته الی مرادہ۔

فقہ کی کتابوں میں جو شرحیں آج ہمارے ہاتھوں میں ہیں، اِن کی تالیف عموماً دو مقاصد کے تحت ہوئی ہے، اوّل، طلبہ کو فقہ پڑھانے کے لئے، دوم، مفتیوں کو شریعت کی ترجمانی اور واقعات پر احکام کی تطبیق میں رہنمائی کے لئے اور عدالتی عہدہ داروں کو فصل خصومات میں امداد دینے کے لئے۔

اگر بامعان نظر ان شروح کا مطالعہ کیا جائے تو مقاصد تالیف کی وجہ سے ان کے مضامین اور طرز بیان میں فرق محسوس ہوتا ہے۔ طلبہ کی تعلیم و تفہیم کے لئے جو شرحیں لکھی گئی ہیں اُن میں عموماً احکام کے منبع و منشا کا ذکر مختصر ہوتا ہے، اختلافات فقہا بھی محض ضمناً ہی بیان کئے جاتے ہیں۔ شارح نہایت تفصیل کے ساتھ مثالیں پیش کرتا ہے، ہزاروں ہی فرضی شکلیں واقعات کی بناتا ہے اور ان پر احکام کو منطبق کرکے طالب علم کو سمجھاتا ہے تاکہ طالب علم مسائل اور احکام کو اچھی طرح سمجھ کر اُن پر حاوی ہو جائے۔

مفتیوں کی ہدایت اور عدالتی عہدہ داروں کی امداد کے لئے جو شرحیں لکھی گئی ہیں ان میں زیادہ زور احکام کے منبع و منشا کے بیان پر دیا جاتا ہے، علل احکام اور اختلاف آراء کو پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ استثنائی صورتوں کا بیان دونوں قسموں میں پایا جاتا ہے مگر پہلی قسم میں کم اور دوسری قسم میں زیادہ، مثالیں پہلی قسم میں زیادہ ہوتی ہیں اور دوسری قسم میں کم۔

اسی طرح طرز بیان پہلی قسم میں سادہ، عام فہم اور تفہیمی انداز کا ہوتا ہے، لیکن دوسری قسم میں طرز بیان عالمانہ

اور فن کارانہ اختیار کیا جاتا ہے، اصطلاحات و اشارات بھی پہلی قسم میں کم اور دوسری قسم میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔

اس فرق سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ پہلی قسم کی شرحوں سے مفتیان و عہدہ داران عدالت کوئی فائدہ نہیں حاصل کر سکتے یا دوسری قسم سے طلبہ اور عام شائقین کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ دونوں قسم کی شرحوں سے ہر شخص بقدر محنت و ذوق طلب فائدہ حاصل کر سکتا ہے اور حاصل کرتا ہے۔

امام حصیری کی یہ شرح التحریر فی شرح الجامع الکبیر قسم اول کی شرح ہے جو فن فقہ کے ایک طالب علم کو مسائل کی تفہیم کی غرض سے لکھی گئی ہے۔ اس میں بہ کثرت مثالیں پیش کر کے طالب علم کو ایک ایک مسئلہ اور ایک ایک حکم پوری تفصیل کے ساتھ سمجھایا گیا ہے۔ طرزِ بیان سادہ اور تفہیمی انداز کا ہے۔ ایک دو جگہ کے سوا کہیں گنجلک قسم کا منطقی انداز نہیں پایا جاتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شارح رحمہ اللہ نے ارادی طور پر اصطلاحات و اشارات سے احتراز کر کے مسائل و احکام فقہیہ سلجھے ہوئے انداز میں طلبہ کو ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے۔ اور وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب بھی ہوئے ہیں۔

<u>قلمی نسخے</u> | التحریر جیسا کہ ابتدا میں لکھا گیا ہے، اب تک کبھی طبع نہیں ہوئی ہے، اس کے قلمی نسخے دنیا کے مختلف کتب خانوں میں جا بجا ملتے ہیں، مگر اُن میں سے اکثر نسخے نامکمل ہیں۔ اس کا سب سے قیمتی نسخہ خود امام حصیری کے اپنے قلم کا لکھا ہُوا دار الکتب المصریہ القاہرہ میں فن فقہ حنفی ع ۹۹ پہ ہے، لیکن اس نسخہ کی جلد اوّل نہیں ہے، جلد ثانی سے جلد سابع تک موجود ہے، ان میں سے جلد ثانی و ثالث کے ابتدائی و انتہائی چند ورق کرم خوردہ ہیں، باقی اچھی حالت میں ہیں۔ یہ بقدر ما یقرا عربی نسخ میں سیاہ روشنائی سے لکھا ہُوا ہے، ہر صفحہ میں اکیس سطریں ہیں۔ اس نسخہ کے آخر میں یعنی ساتویں جلد کے آخر میں خود مصنف رحمہ اللہ کے قلم سے لکھا ہُوا ہے۔ ھُو آخر الکتاب، اس میں حرفوں پر نقطے نہیں ہیں، نقطے بالکلیہ چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ کتب خانہ ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد میں اس نسخہ کا میکروفلم موجود ہے۔ یہ نسخہ امام حصیری نے ۶۱۶ ہجری میں لکھ کر تیار کیا تھا، اور غالباً یہی سال اتمام تصنیف کا ہے۔

اس نسخہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حصیری نے اس کتاب کو سات جلدوں پر تقسیم کیا ہے۔

۱۔ جلد اوّل: مقدمۂ کتاب سے شروع ہو کر، کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الزکوٰۃ اور کتاب الحج پر ختم ہوئی ہو گی۔ بخط مصنف نسخہ کی یہ جلد ضائع ہو چکی ہے، البتہ اس کی نقلیں موجود ہیں۔

۲۔ جلد ثانی: کتاب النکاح سے باب اقرار المکاتب للمولیٰ تک،

کرم خوردہ صفحات کو چھوڑ کر جو صفحات اس جلد کے موجود ہیں وہ (۴۶۲) ہیں۔

۳۔ جلد ثالث: باب الشہادات سے باب مالوجبہ الرجل علی نفسہ تک۔

کرم خوردہ صفحات کو چھوڑ کر جو صفحات اس جلد کے موجود ہیں وہ (۴۹۰) ہیں۔

۴۔ جلد رابع: کتاب البیوع سے باب بیع المکیل تک، حجم (۴۶۲) صفحات۔

۵۔ جلد خامس: بقیہ ابواب کتاب البیوع، آخر کتاب البیوع تک حجم (۵۲۰) صفحات۔

۶۔ جلد سادس: باب الوصایا سے آخر باب الکفالۃ تک، حجم (۴۷۲) صفحات۔

۷۔ جلد سابع: باب الصلح سے آخر کتاب تک، حجم (۴۶۴) صفحات۔

اس عظیم الشان کتاب کے اس نسخۂ مصنف کے علاوہ اور نسخے کہاں کہاں پائے جاتے ہیں، اِن کا ذکر کیا جاتا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ ذکر میرے ناقص اور محدود علم کی حد تک ناقص و محدود ہی ہے۔

دارالکتب المصریہ میں اس کتاب کے دو اور نسخے بھی موجود ہیں لیکن دونوں نامکمل ہیں، البتہ دارالکتب کے ان تینوں نسخوں کو ملا کر دیکھا جائے تو کتاب مکمل ہو جاتی ہے۔

دوسرا نسخہ: ۶۱۹ ہجری کا لکھا ہوا ہے، اور اس پر خود امام حصیری کے قلم سے یہ تحریر موجود ہے کہ عثمان بن میرک الحنفی نے یہ کتاب مؤلف سے پڑھی۔ اس نسخہ کی جلد اوّل، ثانی، ثالث اور رابع چار جلدیں موجود ہیں، اور اچھی حالت میں ہیں۔

تیسرا نسخہ: دارالکتب المصریہ کا تیسرا نسخہ کسی عالم محمد بن عبدالحمید بن اسحٰق کا لکھا ہوا ہے، جو ۷۳۲ ہجری میں لکھ کر تیار ہوا تھا، اس نسخہ کی پانچ جلدیں اول، ثالث، رابع، خامس اور سادس موجود ہیں۔

۴۔ التحریر کا چوتھا نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں فقہ حنفی عربی ۱۳۲/۱ یہ ہے۔ یہ صرف تین جلدیں ہیں۔ اوّل، ثانی، سابع۔ جلد اوّل و ثانی ایک قدیم نسخہ مکتوبہ ۶۴۷ ہجری سے منقول ہیں اور جلد سابع ۱۱۳۹ ہجری کی لکھی ہوئی ہے جس کے آخر میں لکھا ہوا ہے: ھذا الجزء آخر الجزء السابع وھو آخر الکتاب۔

۵۔ پانچواں نسخہ: رام پور (ہندوستان) کی رضا لائبریری میں ہے، اس کی صرف چار جلدیں موجود ہیں۔

۶۔ چھٹا نسخہ: جامع شریف ایوب استنبول میں ہے، اس کی صرف دو جلدیں اول و ثانی موجود ہیں (فقہ حنفی ۹۱/۱)۔

۷۔ ساتواں نسخہ: کتب خانہ بشیر آغا استنبول میں ہے، اس کی بھی صرف دو جلدیں اول و ثانی موجود ہیں (فقہ حنفی ۱۱۶/۱)۔

۸۔ آٹھواں نسخہ: المکتبۃ الحمیدیہ استنبول میں ہے، یہ صرف جلد اول ہے۔ (فقہ حنفی ۲۲۲/۱)